JIHĀT-UL-ISLĀM
Vol: 15, Issue: 02, January – Jun 2022

OPEN ACCESS
JIHĀT-UL-ISLĀM
pISSN: 1998-4472
eISSN: 2521-425X
www.jihat-ul-islam.com.pk

پلاٹوں کے کاروبار میں بیعانے کی صورتیں اوران کے احکام

Types of Leasing in Plot Business and Their Rules

Hafiz Shakir Mahmood*
Ph.D Scholor, Islamic studies Department The University of lahore
Dr.Muhammad Nawaz al hasni**
Professor Islamic studies Department The University of lahore

ABSTRACT

The sale and purchase of most items, including plots, around the world, and especially in Pakistan, is usually done in such a way that when the parties agree on a contract and the price is fixed, the buyer buys the customer a token out of the total amount. Gives some amount and a time is fixed for the remaining amount which is usually three months and a note is written that if Jupiter does not pay the remaining amount on time then the amount paid will be confiscated. It is commonly interpreted as leverage. One form of collateral is that if the deal is not settled, the owner returns the amount received as collateral. This form of leverage is permissible by chance. There is no difference of opinion. The second case is that the seller does not return the pledge in the absence of a deal.

Keywords: *sale and purchase, including plots, parties agree , remaining amount , difference of opinion, absence of a deal*

تمہید

پاکستان اور دنیا بھر میں پلاٹوں سمیت اکثر اشیاء کی خرید و فروخت میں عام طور پر معاہدہ اس طرح کیا جاتا ہے کہ فریقین جب کسی عقد پر راضی ہو جاتے ہیں اور قیمت طے ہو جاتی ہے تو خریدار مشتری کو طے کردہ کل رقم میں سے بطور ٹوکن کچھ رقم دیتا ہے اور باقی رقم کے لیے ایک وقت مقرر کیا جاتا ہے جو اکثر تین ماہ کا ہوتا ہے اور ایک تحریر لکھی جاتی ہے کہ اگر مشتری مقررہ وقت پر بقیہ رقم ادا نہ کی تو اس کی ادا کردہ رقم ضبط ہو جائیگی۔ اسے عرف عام میں بیعانہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس کے جواز اور عدم جواز کے حوالے سے علماء میں اختلاف ہے. ذیل میں اس بیع کے شرعی حکم کی وضاحت کی جاتی ہے۔

بیعانہ کی لغوی تعریف

عربی زبان میں اس کے لیے عربون یا عربان کا لفظ استعمال ہوا ہے اور اس میں چھ لغات ہیں: **ابن حاجب فرماتے ہیں:** فيه ست

CC BY

لغات: عُربون وعَربون وعُربان، وبالهمزة موضع العين في الثلاثة.[1]''اس میں چھ لغات ہیں: عُرْبون، عَرَبون ، عُرْبان ، أُرْبون، أَرَبون ، أربان ''.**وجہ تسمیہ:**ابن منظور اس کو عربان کہنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :سُمي بِذَلِكَ، لأَن فِيهِ إِعراباً لعَقْدِ الْبَيْع أَي إِصلاحا وإِزالةَ فسادٍ لِئَلَّا يملكُه غيرُه بِاشْتِرَائِهِ.[2]''اسے عربون اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں عقد بیع کی اصلاح اور اس فساد کا ازالہ ہے تا کہ خریدنے والا انکار کیساتھ بائع کو نقصان نہ پہنچا سکے۔''

بیعانہ کی اصطلاحی تعریف

فقہاء نے بیعانہ کی مختلف تعریفیں کی ہیں جن کے الفاظ مختلف ہونے کے باوجود مفہوم تقریبا ایک ہی ہے۔ ذیل میں مختلف فقہاء کی کچھ تعریفات ذکر کی جاتی ہیں:

حنفیہ کے ہاں بیعانہ کی تعریف:بيع العربان ويقال الاربان وهو ان يشتري الرجل السلعة فيدفع الى البائع دراهم على انه ان اخذ السلعة كانت تلك الدراهم من الثمن وان لم يأخذ فيسترد الدراهم.[3]''بیعانہ کی بیع جسے عربان یا اربان کہا جاتا ہے، اس کی تعریف یہ ہے کہ آدمی سامان خریدے، اور بیچنے والے کو چند درہم اس شرط پر دے کہ: اگر اس نے سامان لے لیا تو یہ درہم قیمت میں شمار ہوں گے اور اگر سامان نہ لیا تو یہ درہم واپس ہو جائیں گے''۔

مالکیہ کے ہاں بیعانہ کی تعریف:مؤطا میں امام صاحب نے بیعانہ کی تعریف ان الفاظ سے کی ہے:أَنْ يَشْتَرِيَ الرَّجُلُ الْعَبْدَ أَوِ الْوَلِيدَةَ أَوْ يَتَكَارَى الدَّابَّةَ، ثُمَّ يَقُولُ لِلَّذِي اشْتَرَى مِنْهُ، أَوْ تَكَارَى مِنْهُ: أُعْطِيكَ دِينَارًا، أَوْ دِرْهَمًا، أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ أَوْ أَقَلَّ، عَلَى أَنِّي إِنْ أَخَذْتُ السِّلْعَةَ أَوْ رَكِبْتُ مَا تَكَارَيْتُ مِنْكَ، فَالَّذِي أَعْطَيْتُكَ هُوَ مِنْ ثَمَنِ السِّلْعَةِ، أَوْ مِنْ كِرَاءِ الدَّابَّةِ، وَإِنْ تَرَكْتُ ابْتِيَاعَ السِّلْعَةِ، أَوْ كِرَاءَ الدَّابَّةِ، فَمَا أَعْطَيْتُكَ لَكَ بَاطِلٌ بِغَيْرِ شَيْءٍ.[4]''آدمی کوئی غلام یا لونڈی خریدے یا سواری کرائے پر لے پھر بیچنے والے یا جس سے کرائے پر لی ہے اسے کہے: میں تجھے ایک دینار یا درہم یا اس اس سے کم یا زیادہ دیتا ہوں اس شرط پر کہ: اگر میں سامان لے لوں یا سوار ہو جاؤں تو جو میں نے دیا ہے یہ قیمت کا یا کرائے کا حصہ شمار ہو گی، اور اگر میں نہ لوں تو جو میں نے دیا ہے وہ تیرا ہو گا''۔

شافعیہ کے ہاں بیعانہ: امام رافعی اس کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: أن يشتري سلعة من غيره ويدفع إليه دراهم على انه ان أخذ السلعة فهي من الثمن والا فهي للمدفوع إليه مجانا. [5] "آدمی کسی سے سامان لے اور اسے چند دراہم دے کہ اگر میں نے سامان لے لیا تو یہ قیمت کا حصہ شمار ہوگا اور نہ لیا تو یہ تیرا ہوگا بغیر کسی بدل کے"

حنابلہ کے ہاں بیعانہ: ابن قدامہ فرماتے ہیں:

والعربون في البيع هو أن يشتري السلعة فيدفع إلى البائع درهما أو غيره على أنه إن أخذ السلعة احتسب به من الثمن، وإن لم يأخذها فذلك للبائع. [6]

"بیع میں بیعانہ سے مراد یہ ہے کہ: آدمی کسی سے سامان لے اور اسے چند درہم یا کچھ اور دے اور یہ کہے کہ: اگر میں نے سامان لے لیا تو یہ قیمت کا حصہ شمار ہوگا اور اگر نہ لیا تو یہ بائع کا ہوگا".

مجمع الفقہ الاسلامی کی تعریف: المجمع میں بیعانہ کی تعریف یوں کی گئی ہے: المراد ببيع العربون بيع السلعة مع دفع المشتري مبلغاً من المال إلى البائع على أنه إن أخذ السلعة احتسب المبلغ من الثمن وإن تركها فالمبلغ للبائع [7]. بیع میں بیعانہ سے مراد یہ ہے کہ: مشتری بائع سے سامان لے اور اسے چند درہم یا کچھ اور دے کہ اگر میں نے سامان لے لیا تو یہ قیمت کا حصہ شمار ہوگا اور نہ لیا تو یہ بائع کا ہوگا".

فقہائے اربعہ کی تعریفات کے مشترک نکات

1۔ بیعانہ صرف پلاٹوں کی بیع میں ہی نہیں بلکہ تمام بیوع میں ایسا کیا جاتا ہے۔

3۔ معاہدہ مکمل ہونے کی صورت میں معاہدہ کی رقم ثمن کا حصہ تصور ہوتی ہے۔

4۔ بیعانہ کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ بائع یا مشتری میں سے کوئی فریق معاہدے سے دستبردار نہ ہو۔

5۔ بیع کی فسخ کی صورت میں بیعانہ بائع کو ہونے والے نقصان کا ازالہ کرتا ہے۔

6۔ بیعانے میں بائع بیچنے کا پابند ہے جبکہ مشتری کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ سامان خریدے یا نہ لے اور اپنا بیعانہ ضبط کروالے۔

بیعانے کا فائدہ

بیعانے کے سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس سے متعاقدین کو قلبی اطمینان حاصل ہوتا ہے کہ فریق ثانی معاہدے سے دستبردار نہیں ہوگا، اور اگر مشتری معاہدے سے اعراض کرتا ہے تو بیعانے کی صورت میں بائع کو ہونے والے نقصان کی تلافی ہو جاتی

ہے، نیز یہ اس بات کا اعلان ہوتا ہے کہ فریقین میں طے پانے والا معاملہ صرف زبانی کلامی بات نہیں بلکہ باقاعدہ ایک معاہدہ ہے جس کے دونوں فریق پابند ہیں۔

بیعانہ کا حکم: بیعانہ کی دو صورتیں ہیں اور دونوں کا حکم بھی الگ الگ ہے۔

پہلی صورت: بیعانہ کی ایک صورت تو یہ ہوتی ہے کہ اگر سودا طے نہ ہو تو مالک نے جو رقم بطور بیعانہ وصول کی ہے وہ واپس کر دیتا ہے. بیعانہ کی یہ صورت اتفاقی طور پر جائز ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں۔

جیسا کہ امام ابن عبد البرؒ التمہید میں فرماتے ہیں:

وَكَبَيْعِ الْعُرْبَانِ : وَهُوَ (أَنْ) يَشْتَرِيَ أَوْ يَكْتَرِيَ السِّلْعَةَ وَ (يُعْطِيَهُ) أَيْ يُعْطِيَ الْمُشْتَرِي الْبَائِعَ (شَيْئًا) مِنْ الثَّمَنِ (عَلَى أَنَّهُ) أَيْ الْمُشْتَرِي (إنْ كَرِهَ الْبَيْعَ لَمْ يُعِدْ إلَيْهِ) مَا أَعْطَاهُ , وَإِنْ أَحَبَّهُ حَاسَبَهُ بِهِ مِنْ الثَّمَنِ أَوْ تَرَكَهُ مَجَّانًا ; لأَنَّهُ مِنْ أَكْلِ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيُفْسَخُ , فَإِنْ فَاتَ مَضَى بِالْقِيمَةِ , فَإِنْ أَعْطَاهُ عَلَى أَنَّهُ إنْ كَرِهَ الْبَيْعَ أَخَذَهُ وَإِلا حَاسَبَ بِهِ جَازَ .(8)

"اور جیسا کہ بیعانہ کی بیع: اور وہ یہ ہے کہ آدمی سامان خریدے اور بائع کو قیمت کا کچھ حصہ دے دے کہ اگر بائع نے بیع کو ناپسند کیا تو وہ یہ دی گئی قیمت واپس نہیں لے گا اور بیع کو پسند کیا تو یہ رقم قیمت میں شمار کی جائے گی تو یہ بیع درست نہیں کیونکہ یہ لوگوں کا مال باطل طریقے سے کھانا ہے اور اگر بائع نے وہ چیز ضائع کر دی جو اسے ثمن کے کچھ حصے کے طور پر ملی ہے تو وہ اس کی قیمت دے گا. لیکن اگر یہ بیع اس شرط پر ہو کہ مشتری نے بیع کو ناپسند کیا تو وہ ثمن کا کچھ حصہ جو دیا ہے وہ واپس لے لے گا تو یہ صورت جائز ہے".

دوسری صورت: یہ ہے کہ سودا نہ ہونے کی صورت میں بائع بیعانہ واپس نہیں کرتا اس بیع کے بارہ میں اختلاف ہے اور اس کے جواز اور عدم جواز سے متعلق دو طرح کے اقوال موجود ہیں. جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

پہلا قول: حضرت عبد اللہ بن عباسؓ، حسن بصریؒ(9)، امام ثوریؒ، اوزاعیؒ، لیث بن سعد(10) اور مالکیہ، شافعیہ وحنفیہ اور حنبلیہ میں سے ابو الخطابؒ کے ہاں یہ بیع جائز نہیں ہے.(11)

دوسرا قول: حضرت عمرؓ، ابن عمرؓ، نافع بن حارثؒ، سعیدؒ بن مسیب، مجاہدؒ بن جبر، زیدؒ بن اسلم، ابن سیرینؒ کا ہے ان کے نزدیک یہ بیع جائز ہے[12].

تیسرا قول: حنابلہ کے ہاں ایک قول یہ بھی ہے کہ اگر اس میں وقت متعین کر لیا جائے کہ اتنی دیر میں مشتری بقیہ رقم دے گا ورنہ معاہدہ ختم تصور ہو گا، تاکہ خیار مجہول نہ رہے تو اس صورت میں یہ بیع جائز ہے اگر وقت متعین نہیں کیا تو خیار مجہول ہونے کی وجہ سے یہ بیع درست نہیں ہو گی.[13]

قول اول کے دلائل

پہلی دلیل: {وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ}[14] "تم اپنے مال آپس میں باطل طریقے سے نہ کھاؤ اور تم حکام کے پاس اپنے معاملات نہ لے جاؤ تاکہ ایک گروہ لوگوں کا مال گناہ کیساتھ کھا سکے حالانکہ تم جانتے ہو".

استدلال: بیع نہ ہونے کی صورت میں بائع نے جو رقم واپس نہیں کی وہ بغیر کسی عوض کے ہے لہذا یہ باطل طریقے سے مسلمان بھائی کا مال کھانا ہے جو حرام ہے۔ امام قرطبیؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: وَمِنْ أَكْلِ الْمَالِ بِالْبَاطِلِ بَيْعُ الْعُرْبَانِ، وَهُوَ أَنْ يَأْخُذَ مِنْكَ السِّلْعَةَ أَوْ يَكْتَرِيَ مِنْكَ الدَّابَّةَ وَيُعْطِيَكَ دِرْهَمًا فَمَا فَوْقَهُ، عَلَى أَنَّهُ إِنِ اشْتَرَاهَا أَوْ رَكِبَ الدَّابَّةَ فَهُوَ مِنْ ثَمَنِ السِّلْعَةِ أَوْ كِرَاءِ الدَّابَّةِ، وَإِنْ تَرَكَ ابْتِيَاعَ السِّلْعَةِ أَوْ كِرَاءَ الدَّابَّةِ فَمَا أَعْطَاكَ فَهُوَ لَكَ. فَهَذَا لَا يَصْلُحُ وَلَا يَجُوزُ عِنْدَ جَمَاعَةِ فُقَهَاءِ الْأَمْصَارِ مِنَ الْحِجَازِيِّينَ وَالْعِرَاقِيِّينَ، لِأَنَّهُ مِنْ بَابِ بَيْعِ الْقِمَارِ وَالْغَرَرِ وَالْمُخَاطَرَةِ، وَأَكْلِ الْمَالِ بِالْبَاطِلِ بِغَيْرِ عِوَضٍ وَلَا هِبَةٍ، وَذَلِكَ بَاطِلٌ بِإِجْمَاعٍ.[15] "باطل طریقے سے مال کھانے میں بیعانے کی بیع بھی شامل ہے اور بیعانے کی بیع یہ ہے کہ ایک شخص آپ سے سامان خریدنے یا سواری کرائے پر لینے کی بات کرے اور ایک درہم یا اس سے زائد دے کہ اگر وہ خرید لے یا سواری کر لے تو یہ قیمت میں شمار ہو گا اور اگر نہ لے تو یہ بائع کا ہو گا، اہل حجاز اور اہل عراق کے ہاں یہ جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ جوے اور دھوکے کے قبیل سے ہے اور باطل طریقے سے بغیر عوض اور ہبہ کے مال کھانا ہے جو باالاجماع باطل ہے۔"

دوسری دلیل: عمرو بن شعیب اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا حضرت عبد اللہ بن عمروؓ سے بیان کرتے ہیں: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ، نَهَى عَنْ بَيْعِ الْعُرْبَانِ.[16] "رسول اللہ ﷺ نے بیعانہ کی بیع سے منع کیا ہے."

استدلال: بالکل واضح ہے کہ اس حدیث سے بیعانہ کی بیع کی حرمت ثابت ہوتی ہے.

تیسری دلیل: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُبَارَكٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، وَعَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، «أَنَّهُمَا كَرِهَا الْعُرْبَانَ فِي الْبَيْعِ»[17] "**تابعین میں سے ابن طاؤس اور طاؤس اس بیع کو ممنوع سمجھتے ہیں**".

عقلی دلائل

پہلی دلیل: اس بیع میں دو فاسد شروط جمع ہیں

پہلی شرط: **ہبہ کی شرط:** یعنی اگر مشتری سامان نہ خریدے تو بیعانہ کی رقم بائع کو ہبہ ہو جائے گی۔

دوسری شرط: **شرط رد:** یعنی مشتری کو یہ اختیار ہے کہ وہ جب چاہے بیع فسخ کر سکتا ہے۔

دوسری دلیل: یہ خیار مجہول ہے جو جائز نہیں: یعنی مشتری جب چاہے وہ بیع فسخ کر سکتا ہے اس میں کوئی وقت متعین نہیں۔

تیسری دلیل: اس میں غرر ہے کیونکہ علم نہیں کہ بیع مکمل ہو گی یا نہیں۔

چوتھی دلیل: اس میں بائع مشتری کا مال بغیر عوض کے کھاتا ہے جو کہ حرام ہے جیسا کہ فرمان ربانی ہے: {وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ }[18]

قول اول کے دلائل کا مناقشہ

1۔ قرآن مجید کی آیت کریمہ سے بیعانہ کی حرمت پر استدلال درست نہیں کیونکہ آیت عام اور اس سے استدلال خاص کیا جارہا ہے اور ویسے بھی یہ مال باطل نہیں بلکہ حبس کے مقابلے میں ہے جو مشتری نے بائع کو وہ چیز آگے بیچنے سے روکے رکھا تو اب اس حبس کی صورت میں بائع کو جو نقصان ہوا ہے اس کے ازالے کے طور پر اس نے بیعانے کی رقم ضبط کی ہے اور المسلمون علی شروطھم کی تحت یہ جائز ہے۔

2۔ عمرو بن شعیب والی روایت ضعیف ہے کیونکہ اس کی پوری سند یوں ہے۔

حدثني يحيى عن مالك عن الثقة عنده عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده أن رسول الله صلى الله عليه و سلم نهى عن بيع العربان.[19] اس روایت میں امام مالکؒ جس راوی سے بیان فرمار ہے ہیں وہ مجہول ہے لہذا اس کی جہالت کی بناء پر یہ روایت ضعیف ہوئی،

جبکہ ابن ماجہ میں اس راوی کا نام بھی آیا ہے کہ وہ عبد اللہ بن عامر الا سلمیؒ ہے اس کے ترجمے میں حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: قال البخاري يتكلمون في حفظه وقال بن عدي عزيز الحديث لا يتابع في بعض حديثه وهو ممن يكتب حديثه وقال بن سعد كان قارئا للقرآن وكان يقوم بأهل المدينة في رمضان وكان كثير الحديث استضعف ومات بالمدينة سنة خمسين أو إحدى وخمسين ومائة في شهر رمضان قلت وقال الآجري عن أبي داود ضعيف وكذا قال الدارقطني وقال السعدي يضعف حديثه وقال أبو أحمد الحاكم ليس بالقوي عندهم وذكره البرقي في باب من غلب عليه الضعف وقال البخاري أيضا ذاهب الحديث وقال بن حبان كان يقلب الأسانيد والمتون ويرفع المراسيل.[20]

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے فرمایا کہ محدثین نے عبد اللہ بن عامر پر طعن کیا ہے، ابن عدی، ابن سعد اور ابو داؤد، دار قطنی، امام حاکم اور ابن حبان نے اسے ضعیف قرار دیا ہے لہذا یہ روایت ضعیف ہے۔

اس حدیث کے بارہ میں امام شوکانیؒ فرماتے ہیں

الْحَدِيثُ مُنْقَطِعٌ؛ لِأَنَّهُ مِنْ رِوَايَةِ مَالِكٍ أَنَّهُ بَلَغَهُ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ وَلَمْ يُدْرِكْهُ، فَبَيْنَهُمَا رَاوٍ لَمْ يُسَمَّ، وَسَمَّاهُ ابْنُ مَاجَهْ فَقَالَ: عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَامِرٍ الْأَسْلَمِيِّ وَعَبْدُ اللَّهِ لَا يُحْتَجُّ بِحَدِيثِهِ، وَفِي إسْنَادِ ابْنِ مَاجَهْ هَذَا أَيْضًا حَبِيبٌ كَاتِبُ الْإِمَامِ مَالِكٍ وَهُوَ ضَعِيفٌ لَا يُحْتَجُّ بِهِ. وَقَدْ قِيلَ: إنَّ الرَّجُلَ الَّذِي لَمْ يُسَمَّ هُوَ ابْنُ لَهِيعَةَ، ذَكَرَ ذَلِكَ ابْنُ عَدِيٍّ وَهُوَ أَيْضًا ضَعِيفٌ.[21]" یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ امام مالکؒ عمرو بن شعیب سے بیان کر رہے ہیں اور امام مالکؒ کی عمرو بن شعیب سے ملاقات ثابت نہیں، ان کے درمیان والا راوی نامعلوم ہے، جبکہ ابن ماجہ نے اس کا نام عبد اللہ بن عامر ذکر کیا ہے، اور عبد اللہ بن عامر کی احادیث قابل حجت نہیں ہیں، نیز اس سند میں حبیب کاتب امام مالکؒ ہیں وہ بھی قابل احتجاج نہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہاں حذف شدہ راوی ابن لھیعہ ہیں جیسا کہ ابن عدی نے ذکر کیا ہے، وہ بھی ضعیف ہیں۔

قول ثانی کے دلائل

پہلی دلیل: ہشام بن سعد زید بن اسلم سے بیان کرتے ہیں کہ: «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَلَّ الْعُرْبَانَ فِي الْبَيْعِ».[22] "رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے بیعانے کی بیع کو حلال قرار دیا ہے۔"

دوسری دلیل: عبد الرحمٰن بن فروخ بیان کرتے ہیں: أَنَّ نَافِعَ بْنَ عَبْدِ الْحَارِثِ، اشْتَرَى دَارًا لِلسَّجْنِ مِنْ صَفْوَانَ بْنِ أُمَيَّةَ بِأَرْبَعَةِ آلَافِ دِرْهَمٍ، فَإِنْ رَضِيَ عُمَرُ فَالْبَيْعُ لَهُ، وَإِنْ عُمَرَ لَمْ يَرْضَ فَأَرْبَعُمِائَةٍ لِصَفْوَانَ.[23] "نافع بن حارث نے صفوان بن امیہ سے ایک گھر چار ہزار درہم میں اس شرط پر خریدا کہ اگر حضرت عمرؓ راضی ہو گئے تو بیع ہو گی ورنہ چار سو دینار جن کی مالیت چار ہزار دینار ہے صفوان بن امیہ کو مل جائیں گے۔" اسی اثر کو امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں **معلق** بیان کیا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے: وَاشْتَرَى نَافِعُ بْنُ عَبْدِ الْحَارِثِ دَارًا لِلسِّجْنِ بِمَكَّةَ مِنْ صَفْوَانَ بْنِ أُمَيَّةَ عَلَى أَنَّ عُمَرَ إِنْ رَضِيَ فَالْبَيْعُ بَيْعُهُ وَإِنْ لَمْ يَرْضَ عُمَرُ فَلِصَفْوَانَ أَرْبَعُ مِائَةِ دِينَارٍ.[24]

تیسری دلیل: یزید بن ہارون ہشام اور ابن عون سے بیان کرتے ہیں کہ: عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، قَالَا: كَانَ يَقُولُ فِي الرَّجُلِ يَسْتَأْجِرُ الدَّارَ وَالسَّفِينَةَ فَيَقُولُ: «إِنْ جِئْت إِلَى كَذَا وَكَذَا وَإِلَّا فَهُوَ لَكَ»، قَالَ: «فَإِنْ لَمْ يَجِئْهُ فَهُوَ لَهُ».[25]

"ابن سیرین فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص کسی سے گھر یا کشتی کرائے پر لیتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر میں فلاں وقت تک آ گیا تو ٹھیک ہے، ورنہ جو رقم تجھے دے رہا ہوں (بیعانہ) وہ تیرا ہو گا، اور پھر وہ نہیں آتا تو وہ رقم گھر یا کشتی والے کی ہو گی۔"

چوتھی دلیل: حمزہ بن عبد اللہ بن عمر بن خطاب فرماتے ہیں:

> كنا نتبايع بالثياب بين يدي عبد الله بن عمر من اقتدى اقتدى بدرهم فلا يأمرنا ولا ينهانا.[26]
>
> "ہم عبد اللہ بن عمر کے سامنے کپڑے کی بیع اس طرح کرتے کہ: جو پیچھے لگا تا (کہ بات ہو گئی اور سامان بعد میں لے گا مکمل قیمت دے کر) وہ ایک درہم ادا کرتا، عبد اللہ بن عمرؓ اس بیع کو دیکھتے تو نہ ہمیں اس کا حکم دیتے، اور نہ اس سے روکتے تھے"۔

پانچویں دلیل: ابن ابی نجیح حضرت مجاہد سے بیان کرتے ہیں: كَانَ لَا يَرَى بِالْعُرْبُونِ بَأْسًا».[27]

"امام مجاہدؒ بیعانہ کی بیع میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے"۔

عقلی دلیل: بیعانہ اصل میں اس انتظار کا عوض ہے جو بائع کو کرنا پڑتا ہے اور اسی طرح انکار کی صورت میں اسے ہونے والے نقصان کا ازالہ ہے۔

عرف سے دلیل: عرف میں بیعانہ کے ساتھ لین دین عام ہے تو جب عرف شریعت کے منافی نہ ہو تو یہ بھی ایک دلیل ہے۔

قول ثانی کے دلائل کا مناقشہ

1۔ **پہلی دلیل** جو حضرت زید بن اسلمؒ سے مرفوعا بیان کی جاتی ہے وہ روایت ضعیف ہے کیونکہ ایک تو زیدؒ بن اسلم تابعی ہیں جو رسول اللہ ﷺ سے روایت بیان کر رہے ہیں تو روایت مرسل ہوئی۔

دوسری علت یہ ہے کہ اس میں ہشام بن سعد راوی ہے جس کے بارہ میں محدثین کے اقوال مختلف ہیں۔

امام یحیی بن معینؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام نسائی اسے ضعیف قرار دیتے ہیں جبکہ ابن عدی اور امام حاکم اس کی روایت کو شواہد میں قبول کرتے ہیں اور ابو داؤدؒ فرماتے ہیں: هو أثبت الناس في زيد بن أسلم.حافظ ابن حجرؒ اس پر حکم لگاتے ہوئے فرماتے ہیں : صدوق له أوهام ورمي بالتشيع .[28] "تمام اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ: اگر چہ اس راوی میں کلام ہے لیکن جب یہ زید بن اسلمؒ سے بیان کرے تو اس کی روایت قابل قبول ہے"۔ واللہ اعلم.

دوسری دلیل کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ صفوان بن امیہ کو رقم دی گئی تھی وہ بطور بیعانہ نہیں بلکہ بطور کرایہ تھی جیسا کہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں فرمایا ہے:

> وَأَمَّا كَوْنُ نَافِعٍ شَرَطَ لِصَفْوَانَ أَرْبَعَمِائَةٍ إِنْ لَمْ يَرْضَ عُمَرُ فَيُحْتَمَلُ أَنْ يَكُونَ جَعْلَهَا فِي مُقَابَلَةِ انْتِفَاعِهِ بِتِلْكَ الدَّارِ إِلَى أَنْ يَعُودَ الْجَوَابُ مِنْ عُمَرَ.[29]
>
> "باقی رہا نافع کا صفوانؓ کے لیے چار سو دینا کہ اگر حضرت عمرؓ راضی نہ ہوئے تو وہ تیرے ہوں گے، اس میں احتمال ہے کہ وہ انتفاع کے مقابلے میں ہو یعنی: حضرت عمرؓ کے جواب تک جو اس مکان سے فائدہ اٹھا نا ہے اس کا عوض ہو۔"

تیسرے قول کے دلائل: حنابلہ میں سے بعض علماء جو تعیین وقت کی صورت میں بیع کو جائز قرار دیتے ہیں وہ اس کے جواز پر قول ثانی کے ہی دلائل پیش کرتے ہیں، نیز وہ کہتے ہیں کہ: اس صورت میں صرف ایک اعتراض اس پر وارد ہوتا ہے کہ: اس میں خیار مجہول ہے، لہذا جب وقت متعین ہو جائے گا، تو یہ اعتراض بھی رفع ہو جائے گا، اور یہ بیع درست ہو گی.[30]

معاصر علماء کی آراء

عصر حاضر کے بہت سارے علماء نے بیعانے کی ضبطگی کے جواز کا فتویٰ دیا ہے، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ **دکتور وحبہ الزحیلی فرماتے ہیں :** وقد أصبحت طريقة البيع بالعربون في عصرنا الحاضر أساساً للارتباط في

التعامل التجاري الذي يتضمن التعهد بتعويض ضرر الغير عن التعطل والانتظار وفي تقديري أنه يصح ويحل بيع العربون وأخذه عملاً بالعرف؛ لأن الأحاديث الواردة في شأنه عند الفريقين لم تصح.[31] "اس وقت بیعانہ تجارتی معاملات میں ایک بنیادی حیثیت اختیار کر گیا ہے، جو بائع کو بیع کے تعطل یا انتظار کی صورت میں اس کے نقصان کا ازالہ کرتا ہے، لہذا میری رائے یہ بیع درست ہے کیونکہ دونوں طرف روایات ضعیف ہیں، اس لیے عرف کو دلیل مانتے ہوئے اسے جائز قرار دیں گے۔"

شیخ ابن باز کا فتوی: ابن باز بھی اس کے جواز کے قائل تھے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں: لا حرج في أخذ العربون -في أصح قولي العلماء- إذا اتفق البائع والمشتري على ذلك، ولم يتم البيع.[32] "علماء کے دونوں اقوال میں سے صحیح قول کے مطابق جب بائع اور مشتری اس پر راضی ہوں اور بیع مکمل نہ ہوئی ہو تو بیعانہ ضبط کرنے میں کوئی حرج نہیں۔"

فتاویٰ لجنۃ دائمہ کا فتویٰ: سعودی عرب کی فتوی کمیٹی نے بھی اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے چنانچہ فتاویٰ لجنۃ دائمہ میں ہے: وبيع العربون جائز وصحيح لمن يبيع سلعة يملكها؛ إذا اتفق عليه البائع والمشتري، وهو أن يدفع المشتري للبائع أو وكيله مبلغا من المال أقل من ثمن المبيع بعد تمام عقد البيع؛ لضمان المبيع؛ لئلا يأخذه غيره، على أنه إن أخذ المشتري السلعة احتسب به من الثمن، وإن لم يأخذها فللبائع أخذه وتملكه، ويدل لجواز العربون فعل عمر بن الخطاب رضي الله عنه، قال الإمام أحمد في بيع العربون: لا بأس به، وأجازه ابن عمر رضي الله عنهما، أما الحديث المروي عن رسول الله صلى الله عليه وسلم بلفظ: «نهى عن بيع العربون» فهو حديث ضعيف، ضعفه الإمام أحمد وغيره، فلا يحتج به.[33] "جب بائع اور مشتری اس بات پر متفق ہوں تو بائع کا بیعانہ ضبط کرنا درست ہے، اور اس سے مراد یہ ہے کہ: مشتری سودا طے پانے کے بعد بائع یا اس کے وکیل کو کچھ مال دے جو مبیع کی قیمت سے کم ہو، مبیع کی ضمانت کے طور پر کہ کوئی اور اسے نہ لے سکے اور یہ مال اس شرط پر ہو کہ اگر بائع یہ چیز خرید لے گا تو یہ رقم قیمت میں سے شمار ہو گی ورنہ ضبط ہو گی، اس کے جواز پر حضرت عمرؓ کا فعل دلیل ہے، اور امام احمد بن حنبل نے بھی اسے جائز قرار دیا اور انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے جواز نقل کیا ہے، باقی اس کی ممانعت پر مشتمل جو روایت ہے وہ ضعیف ہے۔"

شیخ الحدیث مولانا ذوالفقار کا مؤقف

مولانا ذوالفقار علی حفظہ اللہ اپنی ''معیشت و تجارت کے اسلامی احکام'' میں دونوں طرف کے دلائل کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :اس تجزیہ سے یہ بات صاف واضح ہے کہ :بیعانہ کے حق یا مخالفت میں نبی ﷺ سے منقول کوئی روایت بھی صحیح سند سے ثابت نہیں ہے۔ البتہ نافع بن عبد الحارث کے واقع ، قاضی شریح کے فیصلے ، حضرت سعید بین مسیب اور امام ابن سیرین کے اقوال کی روشنی میں ان حضرات کے نقطہ نظر کی گنجائش نکلتی ہے جو اسے جائز سمجھتے ہیں، اور المسلمون علی شروطھم اور فقہ اسلامی کے اصول ''کہ معاملات میں وہی صورتیں حرام ہیں جن کی حرمت پر کتاب وسنت سے دلیل ملتی ہو'' سے بھی ان حضرات کے مؤقف کو تقویت ملتی ہے۔ تاہم بہتر یہی ہے کہ بائع خریداری کی عمل مکمل نہ ہونے کی صورت میں حقیقی نقصان سے زائد رقم واپس کردے''۔[34]

اقوال کے دلائل کا موازنہ اور راجح قول

1۔ دونوں اطراف سے جو احادیث مرفوعہ پیش کی گئی ہیں وہ ضعیف ہیں لہذا قابل حجت نہیں۔

2۔ قائلین جواز کے پاس عمل صحابہؓ موجود ہے کہ صحابہ میں سے عمرؓ بن خطاب، عبد اللہ بن عمرؓ اس کے قائل تھے جبکہ صحابہ میں سے کوئی اس کی حرمت کا قائل ہو اسکی دلیل نہیں ملتی۔ تو حدیث مرفوعہ صحیحہ کے نہ ہوتے ہوئے قول صحابی کو ترجیح دی جائے گی خصوصا جب اس کے مخالف قول صحابی مروی نہیں۔

3 ۔ بیعانہ کے جواز پر جو دلائل پیش کیے جاتے ہیں ان میں سے قرآن مجید کی آیت: وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبا[35] ہے، کیونکہ اس کے عموم سے ہر طرح کی بیع کا جواز ثابت ہوتا ہے الا کہ جس کی حرمت کی دلیل مل جائے تو جب بیعانہ کی حرمت پر کوئی دلیل نہیں تو اس کا جواز ثابت ہو گیا۔

4۔ اسی طرح بیعانے کے جواز پر یہ حدیث بھی دلیل ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : الْمُسْلِمُونَ عَلَى شُرُوطِهِمْ .[36] مسلمان آپس میں جو شروط مقرر کرلیں ان کا اعتبار ہے. یہ حدیث معاملات میں اصل اصول کی حیثیت رکھتی ہے کہ: مسلمان جو شرائط آپس میں طے کرلیں ان کا اعتبار ہے الا یہ کہ: ایسی شرط ہو جو حلال کو حرام یا حرام کو حلال کردے، اور یہاں ایسی کوئی شرط نہیں ہے لہذا یہ بیع جائز ہو گی.

5۔ آج کل کثر تاجر یہی کرتے ہیں کہ بیع کر لینے کے بعد اگر مارکیٹ میں اس چیز کی قیمت گر جائے تو معاہدہ کینسل کر دیتے ہیں، اس صورت میں بائع کو ضرر لاحق ہوتا ہے، تو بیعانہ اصل میں بائع کے اس نقصان کا ازلہ کرتا ہے۔

6۔ بیعانے کی بیع کے ناجائز ہونے کا ایک سبب یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اس میں خیار مجہول ہے، تو اس سے بچنے کے لیے وقت مقرر کر لیا جائے، جیسے ہمارے زمین کی خرید و فروخت میں عام طور پر تین ماہ مقرر کیے جاتے ہیں۔

ان دلائل کے پیش نظر اصولی طور پر بیعانہ ضبط کرنا درست ہے، البتہ احتیاط، احسان اور فضیلت کا پہلو یہ ہے کہ اگر مشتری کسی وجہ سے وہ سامان نہیں خرید سکا تو بائع اسے وہ رقم جو اس نے بیعانے کے طور پر لی ہے واپس کر دے، کیونکہ حدیث مبارکہ میں ہے: اعمش ابو صالح اور وہ حضرت ابو ہریرہؓ سے بیان کرتے ہیں:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وسلم: "مَنْ أَقَالَ مُسْلِمًا عَثْرَتَهُ، أَقَالَهُ اللَّهُ عَثْرَتَهُ يوم القيامة.[37]

"جو مسلمان بھائی سے بیع واپس لے لیتا ہے اللہ کے قیامت کے دن اس کے گناہوں سے در گذر فرمائیں گے۔"

لہذا اس فضیلت اور احسان کے پیش نظر بائع کو چاہیے کہ وہ یہ معاہدہ ختم کر دے اور مشتری کی رقم واپس کر دے، اگرچہ قانونا یا شرعا یہ اس پر لازم نہیں ہے، کیونکہ بیع مکمل ہونے کے بعد یہ واپس کرنا شرعا بھی ضروری نہیں ہے۔

نتائج و خلاصہ بحث

جمہور علماء بیعانہ ضبط کرنے کے قائل نہیں، جبکہ امام احمد بن حنبل اور بعض دیگر اسلاف اس کے قائل ہیں۔ چونکہ بیعانے کی حلت و حرمت کے حوالے سے دونوں اطراف کی روایات ضعیف ہیں، اس لیے معاملات میں اصل اباحت والے قاعدے اور عرف سے دلیل لیتے ہوئے اس کے جواز کا قول اصولا درست ہے، البتہ حسن اخلاق اور فضیلت کا پہلو بیعانے کی واپسی میں ہے۔ بیعانے میں ایک خرابی خیار مجہول کی شکل میں بھی آتی ہے لہذا اس سے بچنے کے لیے وقت کی تعیین کرنی چاہیے کہ فلاں وقت تک مشتری چیز نہ خریدے تو بائع کو ضبطگی کا اختیار ہو گا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات

1 ضیاء الدین الجندي، خلیل بن إسحاق، **التوضیح في شرح مختصر ابن الحاجب**،(مرکز نجیبویہ،2008م)،5:356-

Dia' aldiyn aljundi, khalil bin 'iishaq,*altawdih fi sharh mukhtasar ibn alhajib*,(markaz najibuyh, 2008), 5: 356 .

2 ابن منظور، أبو الفضل، محمد بن مکرم، **لسان العرب**،(بیروت: دار صادر)،1:592-

Ibn Manzur, Abu al-Fadl, Muhammad ibn Makram, *Lisan al-Arab*,(Dar Sader - Beirut, 1414),1:592-

3 السُّغْدي، أبو الحسن علي بن الحسین، **النتف في الفتاوی للسغدي**،(بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ،1404ھ)،1:473-

Al-Sogadi, Abu Al-Hasan Ali bin Al-Hussein, *Al-Nutf fi Al-Fatwa Al-Saghdi*,(Beirut :Al-Resala Foundation, 1404), 1: 473-

4 مالک بن أنس، **الموطأ**،(أبو ظبي: مؤسسۃ زاید بن سلطان،2004م):2257

Malik bin 'anas, *Almuata'a* ('abu zabi :zayid bin sultan Foundation, 2004) : 2257

5 الرافعي، عبد الکریم بن محمد، **الشرح الکبیر للرافعي**،(بیروت: دار الفکر)،8:228-

Alraafiei , abd alkarim bin muhamad, *alsharh alkabir lilraafiei*,(bayrut: dar alfikr),8:228-

6 ابن قدامۃ، عبد اللہ بن أحمد، **المغني**،(مکتبۃ القاھرۃ،1968م)،4:175-

Ibn qudama , abd allh bin 'ahmad,*Almughni* (maktaba alqahira,1968), 4: 175-

7 مجلۃ مجمع الفقہ الإسلامي،1:116-

majalat majmae alfiqh al'iislami , 1 : 116.

8 الدسوقي, محمد بن أحمد، **حاشیۃ الدسوقي علی الشرح الکبیر** (بیروت : دار الفکر)،3:63-

aldisuqi ,Muhamad bin 'Ahmad,*hashiat aldasuqi alaa alsharh alkabir*, (bayrut :dar alfikr), 3 :63-

9 **المغنی**،4:275

Al-Mughni, 4 : 275-

10 **حاشیۃ الدسوقي علی الشرح الکبیر**،24:178.-

Hashiat aldasuqi alaa alsharh alkabir, 24: 178-

11 **حاشیۃ الدسوقي علی الشرح الکبیر**،3:63-

hashiat aldasuqii ealaa alsharh alkabir, 3: 63-

12 الشوكاني، محمد بن علي، **نيل الأوطار** (مصر: دار الحديث، 1993م)، 5:182-

Al-Shawkani, Muhammad bin Ali, *Neil Al-Awtar*,(Egypt :Dar Al-Hadith, 1993),5 :182-

13 السيوطي، مصطفى بن سعد، **مطالب أولي النهي في شرح غاية المنتهي**، (المكتب الإسلامي، 1994م)، 3:78-

Al-Suyuti, Mustafa bin Saad, *Matalib 'ulilnahy fi sharh ghayat almuntaha*,(almaktab al'iislami-1994), 3 : 78-

14 **البقرة**2:188

Al-Baqarah **,**2: 188

15 القرطبي، أبو عبد الله محمد بن أحمد، **الجامع لأحكام القرآن**(مصر، دار الكتب، 1964م)5:150-

AL Qurtabi ,Abu Abdillah Muhammad bin Ahmed, *aljamie li'ahkam alquran* ,(Egypt :dar alkutub ,1964),5 : 150-

16 ابن ماجة، محمد بن يزيد، **سنن ابن ماجه**، (دار إحياء الكتب العربية):2193

Ibn Majah , Muhammad bin Yazid ,*Sunan Ibn Majah*(Dar 'iihya' alkutub alarabia:2193-

17 ابن أبي شيبة، أبو بكر بن أبي شيبة،، **مصنف ابن أبي شيبة**(لرياض: مكتبة الرشد، 1409):23203

Ibn Abi Shaybah Abu Bakr Bin Abi Shaybah, *musanif Ibn Abi Shaybah*, (Riyadh :Al-Rushd Library ,1409): 2320-

18 البقرة2:188.

Al-Baqarah ,2: 188

19 **موطأ:**2257

Mowatta: 2257

20 ابن حجر، أحمد بن علي، **تهذيب التهذيب**(الهند: دائرة المعارف النظامية، 1326)، 4:202-

Ibn Hajar, Ahmed bin Ali, *Tahzheeb al Tahzheeb*(Daira almaearif alnizamia, alhinda, 1326),4: 202-

21 **نيل الأوطار**، 5:182-

Neil Al-Awtar,5 :182-

22 **مصنف ابن أبي شيبة:**23195

musanaf ibn 'abi shayba :23195

23 ايضا

24 البخاري، محمد بن إسماعيل، **الجامع الصحيح**(دار طوق النجاة، 1422ھ):2423

Al-Bukhari ,Muhammad bin Ismail *Al-Jami*, *alsaheeh*(Dar Tawq Al-Najat-1422): 2423

25 **مصنف ابن أبي شيبة**:23202

musanaf ibn 'abi shayba :23202

26 ایضا.

27 ایضا.

28 ایضا.

29 ابن حجر، أحمد بن علي، **فتح الباري**(بیروت:دار المعرفة)،5:76-

Ibn Hajar, Ahmed bin Ali, *Fath Al-Bari*,(Beirut :Dar Al-Maarifa,),5:76-

30 **مطالب أولي النهي في شرح غاية المنتهي**،3:78-

matalib 'uwli alnahy fi sharh ghayat almuntaha , 3:78 -

31 الزُّحَيْلِيّ، وَهْبَة بن مصطفى، **الفقه الإسلامي وأدلته**(دمشق:دار الفكر)،5:3435-

Al-Zuhaili, Wahba bin Mustafa, *alfiqh al'iislamii wa'adlath* (dimashq: dar alfikr -),5:3435-

32 ابن باز، عبد العزيز بن عبد الله، **مجموع فتاوى ومقالات**(دار القاسم للنشر، 2008م)،19:63-

Ibn Baz, Abd al-Aziz Ibn Abdullah,*majmue fatawaa wamaqalat* (Dar al-Qasim ,2008), 19: 63-

33 الدويش، أحمد بن عبد الرزاق، **فتاوى اللجنة الدائمة**،13:26-.

alduwaysh ,ahmad bin abd alrazaaq,*fatawaa allajnat aldaayima* , 13:260-

34 ذوالفقار علي، **معیشت و تجارت کے اسلامی احکام**(لاهور:ابوهريرة اكيدمي)،113-114.

Dhawalfaqaar ali , *maeayshat watijart k islami ahkam* (Lahore :Abu Huraira Ekdimi), 113-114.

35 البقرة2:275

Al-Baqarah 2: 275.

36 أبو داود، سليمان بن الأشعث، **سنن أبي داود**(بيروت:المكتبة العصرية، صيدا):3594.

Abu Dawood,Suleman bin alashas, *Sunan Abi Dawood*, (Beirut: Al-Asriya Library, Sida): 3594.

37 **مسند أحمد**:7425

Musnad Ahmed: 7425